لطیفہ ۴۹

امامت کی معرفت، تولاّ اور تبرّا کی وضاحت اور ترکِ تعلقات نیز تعلقات اور موانع کا بیان

قال الاشرفؒ:

الامام هو المهتدی الذی یقتدی بهم المریدون بحصول المقاصد والمجاهد۔

سید اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا، امام وہ ہے جو ہدایت یافتہ ہو۔ مریدین مقصود حاصل کرنے کے لیے اس کی پیروی کریں اور مجاہدین اللہ کے راستے میں اس کی اقتدا کریں۔

از روئے لغت الامام والهدایہ اور رئیس وپیشوا کے ایک ہی معنیٰ ہیں۔ **قال الاشرف، الامام یکون نایبا للنبی والولی علی سبیل المعین معینا متصلا الی جناب رسول الله وهویکون متابعا لهما بالقول والفعل** یعنی حضرت اشرفؒ نے فرمایا، امام نبی کا نائب ہوتا ہے۔ ولی راستے کا مددگار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے متصل ہوتا ہے۔ اپنے قول وفعل میں نبی کا تابعدار ہوتا ہے۔ خلفا مسلمانوں کے پیشوا ہوتے ہیں جو انھیں دور کے راستے سے قرب کی خلوت کی طرف بلاتے ہیں۔

امامت دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک وہ امام جو دنیا اور آخرت کے معاملات کا دانا اور اُن میں تمیز کرتا ہے، لوگوں کے صلاح وفساد سے واقف اور صاحبِ کشف ہوتا ہے اور اُسے مرتبۂ ولایت حاصل ہوتا ہے، جیسے کہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہ نے فرمایا ہے، **سلونی عن طرف السمٰوات فانی اعلم بها طرف الارض** یعنی تم مجھ سے آسمان کے کنارے کے بارے میں دریافت کرو پس میں اُس سے زیادہ زمین کے کنارے کا علم رکھتا ہوں۔ امام کو علم لدنی سے واقف ہونا چاہیے۔ امت کو جاہل امام کی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بہت زیادہ صاحبِ علم اور صاحبِ کمال صحابی تھی اسی بنا پر اُن کی اقتدا کا حکم ہوا النایب کالمنوب یعنی نائب ایسا ہی ہے جیسے نائب کیا ہوا ہوتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایک یہودی آیا اور حضرت ابو بکرؓ سے کہا، میں آپ سے ایسی باتیں دریافت کررہا ہوں جو ولی اور نبی بھی نہیں جانتے۔ آپ نے فرمایا پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو۔ یہودی نے دریافت کیا۔ وہ شے جو اللہ تعالیٰ کے پاس نہیں ہے کیا ہے؟ وہ شے جو خاص اس کے لیے نہیں ہے کیا ہے؟ وہ شے جس کا اللہ تعالیٰ کو علم نہیں ہے کیا ہے؟ حضرت ابو بکرؓ سوچ میں پڑ گئے، آپ اسی سوچ میں تھے کہ حضرت علیؓ تشریف لے آئے اور تردد کا سبب دریافت کیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے یہودی کے سوالات بیان کیے۔ حضرت علیؓ نے کہا۔ وہ بات جو اللہ نہیں جانتا وہ تمہارا یہ قول ہے کہ عزیز علیہ السلام ابن اللہ ہیں۔ وہ شے جو اللہ تعالیٰ کے پاس نہیں ہے وہ ظلم ہے۔ اس کی ذات میں ظلم نہیں ہے۔ وہ شے جو خاص اللہ کے لیے نہیں ہے شرک ہے لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡءٌ وَھُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ [1] (ترجمہ: اس کی مثل کی کوئی چیز نہیں وہ (ہر بات) سننے والا (ہر چیز) دیکھنے والا ہے) یہودی نے کلمہ پڑھا اور اسلام لے آیا۔

دنیوی امام وہ ہے جو عدل اور مہربانی کی خوبیوں سے موصوف ہو۔ جملہ کائنات کو آخرت کا وسیلہ جانتا ہو، اور عادل بادشاہوں میں جو خوبیاں ہوتی ہیں ان پر عامل ہو۔

تولّا اور تبرّا کا ذکر

سید اشرف جہاں گیرؒ [2] نے فرمایا، تبرّا اور تولاّ بندے کی دو صفتیں ہیں۔ اسلام کا وجود اس صورت پر قائم ہوتا ہے جو لوگوں کے تصور میں ہوتی ہے (ان دو صفتوں پر اسلام کا وجود قائم ہے) تبرّا سے مراد امرِ باطل سے روگردانی اور تولاّ سے امرِ حق کی جانب متوجہ ہونا ہے۔ باطل پر وہ شخص ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق کے علم سے انکار کرتا ہے اور حق پر وہ ہے جو اللہ اور رسول پر ایمان لاتا ہے اور اوامر و نواہی سے غمگین نہیں ہوتا۔ یہ تولاّ اور تبرّا کا صحیح مفہوم ہے۔ اس کا وہ مطلب نہیں ہے جو روافض اخذ کرتے ہیں۔ وہ امیر المومنین علیؓ کو دوسرے اصحاب (رضی اللہ عنہم) پر ترجیح اور فضیلت دیتے ہیں۔ وہ حضرت علیؓ کو قبول کرتے ہیں۔ اور دوسروں سے اعراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ حق پر اور دوسرے باطل پر ہیں۔ یہ کھلم کھلا بڑائی جتلانا ہے حالاں کہ صحابہؓ کی شان میں آیات واحادیث موجود ہیں۔

کما قال النبی صلی الله علیه وسلم، اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیهم اهتدیتم یعنی جیسے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، میرے اصحابؓ ستاروں کی مثل ہیں اس لیے تم ان میں سے جس کسی کی پیروی کرو گے تو ہدایت پا

---

[1] پارہ ۲۵۔ سورہ الشوریٰ، آیت ۱۱۔

[2] یہ ملفوظ عربی عبارت میں فارسی ترجمے کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔ مترجم نے فارسی ترجمے سے اردو ترجمہ کیا ہے عربی عبارت نقل نہیں کی۔

جاؤ گے۔

یہ فقیر بعض رافضیوں سے ملا ہے جو حضرت علیؓ کی محبت میں بہت زیادہ غلو کرتے تھے اور اپنی جہالت پر مصر تھے میں کہتا ہوں کہ اہل سنت و جماعت کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل و اکمل تھے اور روافض ترجیح و تفضیل کے قایل ہیں لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوسروں سے تبرا نہیں کی جیسے روافض حضرت علیؓ کی محبت میں دوسروں سے تبرا کرتے ہیں (اُن کا یہ عمل حضرت علیؓ کے خلاف ہے) میں کہتا ہوں کہ تمام علما کا اس پر اتفاق ہے کہ محبت کرنے والے کے دین کا راستہ محبوب کے تابع ہوتا ہے اور وہ کامل جب ہوتا ہے جب وہ اپنے محبوب کی صفات حمیدہ کو اپنے اندر پیدا کرلے۔ ایسا شخص خدا اور رسول کا محبوب بن جاتا ہے۔ علیہ السلام

ایک روز سلطان العارفین بایزید بسطامی قدس سرہٗ کہیں جارہے تھے۔ آپ کے ایک مرید نے آپ کے پیچھے آپ کے قدم پر قدم رکھ کر چلنا شروع کردیا۔ بایزیدؒ نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو مرید کی صورت نظر آئی۔ آپ نے فرمایا اے عزیز کیا کررہے ہو؟ اس نے عرض کی کہ آپ کے قدم پر قدم رکھ کر چل رہا ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ مجھے بخش دے۔ آپ نے فرمایا، خدا کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اگر تو بایزید کے عمل کی متابعت میں اس کی کھال اپنے جسم پر پیوست کرلے تو تجھے کوئی نفع نہ ہوگا۔ صحابہؓ کے بقیہ مناقب ان شاء اللہ صحابہ اور خلفائے راشدین سے متعلق لطیفے میں بیان کیے جائیں گے۔

دنیا سے تعلق اور موانع کا بیان

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ ہر گروہ کے دنیاوی معاملات اور اُن سے علاحدگی ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ اہل شریعت دنیاوی مال ومنال اور اسباب کے طلب گار ہوتے ہیں۔ اہل طریقت کو جاہ وصدارت اور مناصب اچھے لگتے ہیں۔ اہل معرفت جو اس راہ کے منتہی ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کو دنیا سے تعلق اور اللہ کی یاد سے مانع خیال کرتے ہیں۔ وہ تجرید وتفرید کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ اس گروہ کے معاملات بھی عجیب وغریب ہیں۔ ان کے درمیان وہ لوگ بھی ہیں جو جاہ ومنصب سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایسے بھی ہیں جن کے نزدیک جاہ ومنصب کی آرزو وطلبِ دنیا ہے اور وہ بھی ہیں جن کے نزدیک کمالات الٰہی کا حاصل کرنا لا انتہا مقامات کے وصول کا ذریعہ ہے۔

مقتدا کے لیے کسی قدر تجمل اور شان وشوکت بھی ضروری ہیں کہ یہ اس کے اصحاب کے دلی اطمینان کا ذریعہ ہوتے ہیں اور مریدین کی یکسوئی کا سبب بھی بنتے ہیں جیسے کہ متقدمین اولیاء واصفیا بھی صاحب تجمل تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ بعض بزرگوں کے پاس اس قدر مال ومنال اور آلات واسباب تھے کہ دنیاوی اہل دولت کو ان پر رشک آتا تھا۔

نقل ہے کہ ایک قلندر کہیں جا رہا تھا۔ راستے میں اونٹوں کی ایک قطار اس کے سامنے سے گزری۔ اس نے دریافت کیا کہ یہ اونٹ کس کے ہیں؟ جواب ملا کہ یہ اونٹ شیخ الاسلام کے ہیں۔ کچھ دیر کے بعد اونٹوں کی دوسری قطار نمودار ہوئی۔ قلندر نے دریافت کیا کہ یہ اونٹ کس کے ہیں؟ جواب ملا کہ یہ بھی شیخ الاسلام کے ہیں۔ اس طرح شان وشوکت کی بہت سی چیزیں اور بہت سے غلام اس کی نظر سے گزرے اور وہ سب شیخ الاسلام سے منسوب تھے۔ جب قلندر ان مال واسباب کے نزدیک پہنچا تو اس نے حیرت زدہ ہوکر وہ لنگی جو اس کے جسم پر تھی اتار کر پھینک دی کہ شاید یہ بھی شیخ الاسلام کی ہوگی۔ تھوڑا راستہ طے کرنے کے بعد قلندر پر نیند کا غلبہ ہوا، اس نے خواب میں دیکھا کہ وہ قیامت کے میدان میں ہے اور لوگوں کا حساب کتاب ہو رہا ہے۔ اسی اثنا میں کوئی شخص اس کے پاس آیا اور اس سے دس درم طلب کیے۔ قلندر حیران ہوا کہ یہاں میدانِ قیامت میں دس درم کہاں سے حاصل کرے۔ جب وہ بہت پریشان ہوا تو اس نے دیکھا کہ میدان میں شیخ الاسلام نمودار ہوئے اور اس کی پریشانی دیکھ کر دریافت کیا کہ تم کیوں پریشان ہو؟ کیا ضرورت درپیش ہے؟ قلندر نے سارا ماجرا بیان کیا۔ شیخ الاسلام نے اپنی جیب کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ جو کچھ چاہو اس میں سے لے لو۔ قلندر نے جیب سے دس درم نکال لیے تب شیخ الاسلام نے کہا، اے درویش ہمیں مالِ دنیا سے کوئی تعلق نہیں صرف اس دن کے لیے مال جمع کیا تھا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے شیخ سعید ابوالخیر کے بارے میں فرمایا کہ اُن کے مال ودولت جمع کرنے کا حال مشہور ہے جس طرح شیخ الاسلام نے مذکورہ قلندر سے کہا تھا، حضرت ابوسعید ابوالخیر بھی فرماتے تھے کہ میں نے طویلے کی میخ زمین میں گاڑی ہے اپنے دل میں نہیں گاڑی۔ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے ایک ہزار گھوڑے ایک درویش پر نثار کردیے تھے۔